بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

پرہیزگاروں کے اوصاف (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

سورۃ البقرہ۔آیت نمبر(2-177)لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر

وَابۡنَ السَّبِيۡلِ	وَالسَّآئِلِيۡنَ	وَفِى الرِّقَابِ	وَاَقَامَ	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَى	الزَّكٰوةَ
اور مسافر	اور سوال کرنیوالے	اور گردنوں میں	اور قائم کرے	نماز	اور ادا کرے	زکوٰۃ

وَالۡمُوۡفُوۡنَ	بِعَهۡدِهِمۡ	اِذَا	عٰهَدُوۡا	وَالصّٰبِرِيۡنَ	فِى	الۡبَاۡسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ
اور پورا کرنیوالے	اپنے وعدے	جب	وہ وعدہ کریں	اور صبر کرنیوالے	میں	سختی	اور تکلیف

وَحِيۡنَ	الۡبَاۡسِ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيۡنَ	صَدَقُوۡا	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الۡمُتَّقُوۡنَ (2-177)
اور وقت	جنگ	یہ لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے سچ کہا	اور یہ لوگ	وہ	پرہیزگار

بامحاورہ ترجمہ:۔اور مسافروں کو، اور سوال کرنے والوں کو، اور گردنوں (کے آزاد کرانے) میں، اور نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور جب وہ وعدہ کریں تو اسے پورا کریں، اور صبر کرنے والے سختی میں، اور تکلیف میں، اور جنگ کے وقت، یہی لوگ سچے ہیں، اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔(2-177)

تفسیر وفوائد:۔ **محبوب مال کو خرچ کرنا**:۔ مال کی محبت کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ مال بجائے خود قیمتی اور دل پسند ہو، دوسرا یہ کہ آدمی خود اسکا ایسا ضرورت مند ہو کہ دوسرے کیلئے ایثار کرنا نفس پر مشکل ہو رہا ہو۔تیسرا یہ کہ زمانہ قحط اور گرانی کا ہو جس میں کشادہ دست آدمی بھی محتاج اور کفایت پسند بن جایا کرتا ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ ُبر' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ووفاداری کا اعلیٰ مرتبہ کیلئے انسان کو کس قسم کا انفاق (خرچ) کرنا چاہئے۔یہ مضمون دوسرے مقامات میں جہاں جہاں بیان ہوا ہے وہاں صراحت کے ساتھ یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ مرتبہ اس مال کے خرچ کرنے سے حاصل ہوتا ہے جو محبوب ہو۔مثلاً ''تم کامل وفاداری کا درجہ نہیں حاصل کر سکتے جب تک اس مال میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے۔'' (آل عمران ۔ ۹۲) اسی طرح دوسرے مقام میں سچے اہل ایمان کی تعریف فرمائی گئی ہے کہ ''اور وہ اپنے اُوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود احتیاج ہو۔'' (الحشر۔۹)

انفاق کے مصارف:۔ انفاق کے مصارف میں سب سے پہلے قرابت مندوں کو رکھا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے اعزاء اقربا اگر وہ ضرورت مند ہیں، اسکی اعانت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔یہاں تک کہ اگر وہ دل میں عداوت بھی چھپائے ہوئے ہوں جب بھی سب سے افضل انفاق وہی ہے جو ان کیلئے کیا جائے۔

قرابت مندوں کے بعد معاً یتامیٰ کا ذکر اسلامی معاشرہ میں ان کے درجہ و مرتبہ کو واضح کرتا ہے کہ اپنے عزیزوں کے بعد پہلی نظر آدمی کی ان بچوں پر پڑنی چاہئے جو سایۂ پدری سے محروم ہو چکے ہیں اور جن کی کفالت و تربیت کی ساری ذمہ داری معاشرہ پر منتقل ہو چکی ہے۔

اِبْنُ السَّبِیْل سے مراد مسافر ہے۔ مسافر مجرد اپنی مسافرت کی حالت کی بنا پر مستحق اعانت ہوتا ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ صاحب استطاعت ہے یا غیر صاحب استطاعت اگر مستحق اعانت ہونے کیلئے غیر صاحب استطاعت کی شرط ہوتی تو مسکین کے بعد اسکے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سائلین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اعانت کیلئے سوال کر بیٹھیں۔ اگر ہم امداد کر سکتے ہوں تو ایسے شخص کی امداد کریں اور اگر معذور ہوں تو جیسا کہ قرآن اور حدیث میں ہدایت ہے، شائستہ انداز سے اسکے سامنے اپنی معذرت پیش کر دیں۔

اسلوب کا ردّو بدل:۔ عربی زبان کے طلبہ اس بات سے واقف ہیں کہ عربی میں فعل کے صیغے تو صرف کسی فعل کے وقوع کو ظاہر کرتے ہیں لیکن صفت کے صیغے کسی مستقل صفت، کسی خصلت اور کسی کردار کو ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے اندر عزم و جزم کی روح بھی پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس طرح یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ سلسلہ کلام میں اگر کسی صفت کا ذکر بغیر کسی ظاہری سبب کے حالت نصب میں ہو تو اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ متکلم اس پر خاص طور پر زور دینا چاہتا ہے۔ مثلاً یہاں الْمُوْفُوْنَ کے بعد دفعتہً اس سے بالکل مختلف اسلوب میں الصّٰبِرِیْنَ جو آ گیا تو اس سے معنی میں یہ اضافہ ہو جائے گا کہ گویا متکلم یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں صابرین کا ذکر خاص طور پر کرنا چاہتا ہوں۔

دین میں سیرت و کردار کی اھمیت:۔ اسلوب کی اس وضاحت کے بعد اب یہ سوال ذہن میں پیدا ہو گا کہ اُوپر عقائد اور عبادت کا ذکر تو سیدھے سادھے فعل کے صیغوں، پھر یہ ایفائے عہد اور صبر کی کیا خصوصیت تھی کہ ان کا ذکر اسلوب بدل بدل کر اس اہتمام اور اس تاکید و تنبیہہ کے ساتھ فرمایا؟ اسکے جواب میں چند باتیں پیش نظر رکھیئے۔

ایک تو یہ کہ ان دونوں چیزوں کا تعلق سیرت و کردار سے ہے۔ سیرت و کردار کا معاملہ بڑے عزم و جزم اور ریاضت و تربیت کا محتاج ہوتا ہے۔ جہاں تک ظاہری عقائد و عبادت کا تعلق ہے اِن کو نباہنے والے تو دین کے زوال و انحطاط کے بعد بھی بہت سے نکل آتے ہیں لیکن کردار مغز دین اور روحِ دین ہے اسکا اہتمام بڑے بڑوں کے اندر بھی نہیں پایا جاتا۔ اہل مذاہب میں یہ کمزوری بہت نمایاں رہی ہے کہ اُنہوں نے عقائد و عبادت کے ظواہر پر تو بڑے بڑے معرکے اُٹھائے ہیں لیکن کردار کی تعمیر پر اُنہوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ یہاں چونکہ اس آخری اُمت کی رہنمائی کی جا رہی ہے اس وجہ سے کردار کے پہلو پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ یہ مقام بغیر اعلیٰ کردار کے جن میں ایفائے عہد اور صبر کو اوّلین اہمیت ہے، حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسری یہ کہ غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ تمام عقائد و عبادات سے اصل مقصود اعلیٰ سیرت و کردار کی تعمیر ہی ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور نماز روزے کے اہتمام سے مقصود صرف چند باتوں کو مان لینا یا چند رسموں کو بجا لانا ہی تو نہیں ہے۔ ان کا اصل مقصود تو یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے سے انسان کے اندر جو روشنی پیدا ہوتی ہے اس سے ہمارے دل جگمگا اُٹھیں اور نماز و روزے سے جو مضبوط انفرادی و اجتماعی کردار پیدا ہوتا ہے وہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کی خصوصیت بن جائے۔ یہ نہ ہو تو تمام عقائد و عبادات سمجھئے کہ بالکل بے جان و بے روح ہیں۔ یہی نقطہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ عقائد و عبادات کے پہلو بہ پہلو ان کے عملی اثرات کی طرف ضرور توجہ دلائی ہے تاکہ ان سے غفلت نہ ہونے پائے۔

تیسری یہ کہ امتحان و آزمائش کا اصلی میدان سیرت و کردار ہی کا میدان ہے۔ انسان کا اصلی خزانہ جو وہ دین کی مدد سے فراہم کرتا ہے یا کر سکتا ہے مضبوط اور پاکیزہ سیرت ہی ہے۔ یہی چیز اسکو انفرادی زندگی میں بھی مقام تقویٰ پر سرفراز کرتی ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی اسکے لئے صالحین اور

شہداء وصدقین کی معیت کی ضامن بنتی ہے۔اس وجہ سے ضروری ہوا کہ اس پر خاص طور پر زور دیا جائے کہ مسلمان ہر قسم کی آزمائشوں اور ہر طرح کے فتنوں میں اپنے اس خزانے کی حفاظت کیلئے چوکنا رہیں۔

صبر اور ایفائے عہد :۔ ایک سوال یہاں اور بھی پیدا ہوسکتا ہے وہ یہ کہ یہاں سیرت وکردار سے متعلق صرف دو ہی چیزوں کا ذکر فرمایا۔ ایک ایفائے عہد کا، دوسری صبر کا۔اس فہرست میں اور بھی چیزیں شامل ہوسکتی تھیں، آخر ان کا ذکر کیوں نہیں فرمایا ہے۔اسکا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں درحقیقت سیرت واخلاق سے متعلق تمام اجزاء کیلئے بمنزلہ شیرازہ ہیں۔ایفائے عہد کے اندر تمام چھوٹے بڑے حقوق وفرائض آجاتے ہیں خواہ وہ خلق سے متعلق ہوں یا خالق سے، خواہ وہ تحریری معاہدے سے وجود میں آتے ہوں یا کسی نسبت تعلق، رشتے داری اور قرابت سے، خواہ ان کا اظہار واعلان ہوتا ہو یا وہ ہر اچھی سوسائٹی میں بغیر کہے ہوئے سمجھے اور مانے جاتے ہوں۔اللہ اور رسول ﷺ، ماں اور باپ، بیوی اور بچے، خویش واقارب، کنبہ وخاندان، پڑوسی اور اہل محلّہ، استاذ اور شاگرد، نوکر اور آقا، ملک اور قوم، ہر ایک کے ساتھ ہم کسی نہ کسی ظاہری یا مخفی معاہدے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ تقویٰ کا ایک لازمی تقاضا ہے کہ ان تمام معاہدوں کے حقوق ادا کرنے والے بنیں گویا ایفائے عہد کی اصل روح ایفائے حقوق ہے اور ایفائے حقوق انسان کے تمام چھوٹے بڑے فرائض کو محیط ہے۔

اسکے ساتھ صبر کی صفت کو جمع کرکے یہ واضح فرمادیا کہ ہر وہ مزاحمت جو ایفائے حقوق کی اس راہ میں حائل ہو مومن عزیمت واستقامت کے ساتھ اسکا مقابلہ کرے اور کسی حال میں بھی طمع، پست ہمتی یا خوف سے مغلوب نہ ہو۔

تفسیر ہی کے سلسلے کی آئندہ سلائیڈ، انشاءاللہ:۔ البقرة (178) قتل کا بدلہ -- قصاص

یاد دھانی ! ’’حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے ان کو چاٹتے۔‘‘ (صحیح مسلم ۔ ح ۵۲۹۷)

آئندہ سلائیڈ (انشاء اللہ):۔ میدان حشر میں عزت بخشنے والے اعمال (2) (احادیث کی روشنی میں) (قیامت کا بیان)

آئندہ سلائیڈز حاصل کرنے کیلئے ای میل کریں :۔ subscribe@islamic-portal.net

قرآن واحادیث کی تعلیمات کو تمام انسانوں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیں۔ جزاك الله

www.islamic-portal.net